

رسائل و مسائل

تصوف اور تصویر شیخ

سوال :- میں نے پورے اخلاص و دیانت کے ساتھ آپ کی دعوت کا مطالعہ کیا ہے۔ باوجود سلفی المشرب ہونے کے آپ کی تحریک اسلامی کا اپنے آپ کو ادنیٰ خادم اور مہر و تصور کرتا ہوں اور اپنی بساط بھر اسے پھیلانے کی جدوجہد کرتا ہوں۔ حال میں چند چیزیں تصوف اور تصویر شیخ سے متعلق نظر سے گذریں جنہیں پڑھ کر میرے دل و دماغ میں چند شکوک پیدا ہوئے ہیں۔ آپ عجمی بدعات کو مباح قرار دے رہے ہیں حالانکہ اب تک کا سارا لٹریچر ان کے خلاف نبوت احتجاج رہا ہے جبکہ ہماری دعوت کا محور ہی زلفیہ آقا متین دین ہے تو اگر ہم نے خدا نخواستہ کسی بدعت کو انگیز کیا تو اس کے معنی یہ ہونگے کہ ساری بدعات کو تحریک میں گھس آنے کا موقع دے دیا گیا۔ آپ براہ کرم میری ان معروضات پر غور کر کے بتائیے کہ کتاب و سنت کی روشنی میں تصوف اور تصویر شیخ کے متعلق آپ کے کیا خیالات ہیں اور فی نفسہ یہ مسک کیا ہے۔ امید ہے کہ ترجمان میں پوری وضاحت کر کے مشکور فرمائیں گے۔

جواب :- آپ کو میرے کسی ایک فقرے سے جو شبہات لاحق ہو گئے ہیں وہ کبھی پیدا نہ ہوتے اگر اس مسئلے کے متعلق میرے دوسرے واضح بیانات آپ کی نگاہ میں ہوتے۔ بہر حال اب میں واضح الفاظ میں آپ کے سوالات کا مختصر جواب عرض کیے دیتا ہوں۔

۱۔ تصوف کسی ایک چیز کا نام نہیں ہے، بلکہ بہت سی مختلف چیزیں اس نام سے موسوم ہو گئی ہیں جس تصوف کی ہم تصدیق کرتے ہیں وہ اور چیز ہے۔ جس تصوف کی ہم تردید کرتے ہیں وہ ایک دوسری

چیز اور جس تصوف کی ہم اصلاح چاہتے ہیں وہ ایک تیسری چیز۔

ایک تصوف وہ ہے جو اسلام کے ابتدائی دور کے صوفیہ میں پایا جاتا تھا، مثلاً فضیل بن یحیٰی بن ابراہیم ادرہم، معروف کرنی وغیرہم، رہم اللہ۔ اس کا کوئی الگ فلسفہ نہ تھا، اس کا کوئی الگ طریقہ نہ تھا، وہی افکار اور وہی اشتغال و اعمال تھے جو کتاب و سنت سے ماخوذ تھے، اور ان سب کا وہی مقصود تھا جو اسلام کا مقصود ہے یعنی اخلاص باللہ اور توجہ الی اللہ، وَمَا أُصْرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءً۔ اس تصوف کی ہم تصدیق کرتے ہیں اور صرف تصدیق ہی نہیں کرتے بلکہ اس کو زندہ اور شائع کرنا چاہتے ہیں۔

دوسرا تصوف وہ ہے جس میں اثراتی اور روحانی اور زہدیت اور ویدانتی فلسفوں کی آمیزش ہو گئی ہے، جس میں عیسائی راہبوں اور ہندو جوگیوں کے طریقے شامل ہو گئے ہیں، جس میں مشرکانہ عقیدات و اعمال تک خلط ملط ہو گئے ہیں، جس میں شریعت اور طہارت اور معرفت الگ الگ چیزیں — ایک دوسرے سے کم و بیش بے تعلق، بلکہ بسا اوقات باہم متضاد — بن گئی ہیں، اور جس میں انسان کو خلیفۃ اللہ فی الارض کے فرائض کی انجام دہی کے لیے تیار کرنے کے بجائے اس سے بالکل مختلف، دوسرے ہی کاموں کے لیے تیار کیا جاتا ہے۔ اس تصوف کی ہم تو دیکھتے ہیں اور ہمارے نزدیک اس کو مٹانا خدا کے دین کو قائم کرنے کے لیے اتنا ہی ضروری ہے جتنا جاہلیت جدیدہ کو مٹانا۔ ان دونوں کے علاوہ ایک اور تصوف بھی ہے جس میں کچھ خصوصیات پہلی قسم کے تصوف کی اور کچھ خصوصیات دوسری قسم کے تصوف کی ملی جلی پائی جاتی ہیں۔ اس تصوف کے طریقوں کو متعدد ایسے بزرگوں نے مرتب کیا ہے جو صاحب علم تھے، نیک نیت تھے، مگر اپنے دور کی خصوصیات اور پچھلے ادوار کے اثرات سے بالکل محفوظ بھی نہ تھے۔ انہوں نے اسلام کے اصلی تصوف کو سمجھنے اور اس کے طریقوں کو جاہلی تصوف کی آلودگیوں سے پاک کرنے کی پوری کوشش کی لیکن اس کے باوجود ان کے نظریات میں کچھ نہ کچھ اثرات جاہلی فلسفہ تصوف کے، اور ان کے اعمال و اشتغال میں کچھ نہ کچھ اثرات باہر سے لیے ہوئے اعمال و اشتغال کے باقی رہ گئے، جن کے بارے میں ان کو یہ

اشتبہ پیش آیا کہ یہ چیزیں کتاب و سنت کی تعلیم سے متصاوم نہیں ہیں، یا کم از کم تاویل سے نہیں
غیر متصاوم سمجھا جاسکتا ہے۔ علاوہ بریں اس تصوف کے مفاسد اور نتائج بھی اسلام کے مقصد اور
اس کے مطلوبہ نتائج سے کم بیش مختلف ہیں۔ نہ اس کا مقصد واضح طور پر انسان کو فرائضِ خلافت
کی ادائیگی کے لیے تیار کرنا اور وہ چیز بنانا ہے جسے قرآن نے لَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ کے
الفاظ میں بیان کیا ہے، اور نہ اس کا نتیجہ ہی یہ ہو سکتا ہے کہ اس کے ذریعے سے ایسے آدمی تیار
ہوتے جو دین کے پورے تصور کو سمجھنے اور اس کی اقامت کی فکر انہیں لاحق ہوتی اور وہ اس
کام کو انجام دینے کے اہل بھی ہوتے۔ اس نیسری قسم کے تصوف کی نہ ہم کلی تصدیق کرتے ہیں، اور
نہ کلی تردید۔ بلکہ اس کے پیروؤں اور حامیوں سے ہماری گزارش یہ ہے کہ براہِ کرم بڑی بڑی شخصیتوں
کی عقیدت کو اپنی جگہ رکھتے ہوئے آپ اس تصوف پر کتاب و سنت کی روشنی میں تنقیدی نگاہ
ڈالیں اور اسے درست کرنے کی کوشش کریں۔ نیز جو شخص اس تصوف کی کسی چیز سے اس بنا پر
اختلاف کرے کہ وہ اسے کتاب و سنت کے خلاف پاتا ہے، تو قطع نظر اس سے کہ آپ اس کی
راسے سے موافقت کریں یا مخالفت، بہر حال اس کے حق تنقید کا انکار نہ فرمائیں اور اسے
خواہ مخواہ نشاۃِ ملامت نہ بنانے لگیں۔

(۲) تصوفِ شریح کے بارے میں میرا موقف یہ ہے کہ اس پر دو حیثیتوں سے گفتگو کی جاسکتی ہے۔
ایک بجائے خود ایک فعل ہونے کی حیثیت، دوسرے ایک ذریعہٴ تقرب الی اللہ ہونے کی حیثیت۔
پہلی حیثیت میں اس فعل کے صرف جائز یا ناجائز ہونے کا سوال پیدا ہوتا ہے، اور اس کے
فیصلے کا انحصار اس پر ہے کہ آدمی کس نیت سے یہ فعل کرتا ہے؟ ایک نیت وہ ہے جس کی تشریح
حکیم عبدالرشید محمود صاحب نے اپنے مضمون میں کی تھی۔ اس نیت کا لحاظ کرنے ہوئے اسے حرام کہنے
کے سوا چارہ نہیں ہے۔ دوسری نیت وہ ہے جس کی تشریح مولانا ظفر احمد صاحب نے کی اس نیت کا
لحاظ کرتے ہوئے یہ مشکل ہے کہ کوئی تقبیہ اسے ناجائز کہہ سکے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے میں کسی
شخص کو کسی اجنبیہ کے حسن کا نظارہ کرتے ہوئے دیکھوں اور اس حرکت کی غرض دریافت کرنے پر

وہ مجھے بتائے کہ میں اپنے ذوقِ جمال کو تسکین دے رہا ہوں۔ غلط ہے کہ مجھے کہنا پڑے گا کہ تو یقیناً ایک ناجائز کام کر رہا ہے۔ دوسرے کو یہی حرکت کرتے دیکھوں اور میرے پوتھنے پر وہ مجھے جواب دے کہ میں اس سے نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ اس صورت میں مجھے مجبوراً یہ کہنا پڑے گا کہ تیرا یہ فعل ناجائز نہیں ہے اس لیے کہ وہ اپنے فعل کی ایک ایسی وجہ بیان کر رہا ہے جسے شریعہ میں غلط نہیں کہہ سکتا۔ اب رہی اس تصویر شیخ کی دوسری حیثیت، تو مجھے اس امر میں نہ کبھی شک رہا ہے اور نہ کبھی شک ہے کہ اس حیثیت سے یہ فعل قطعی غلط ہے خواہ اس کی نسبت کیسے ہی بڑے لوگوں کی طرف کی گئی ہو۔ میں کہتا ہوں کہ اللہ سے تعلق پیدا کرنے اور بڑھانے کے ذرائع بتانے میں خود اللہ اور اس کے رسول نے ہرگز کوئی کوتاہی نہیں کی ہے۔ پھر کیوں ہم ان کے بتائے ہوئے ذرائع پر قناعت نہ کریں اور ایسے ذرائع ایجاد کرنے لگیں جو بچائے خود بھی محدود ہوں اور جن کے اندر خدا سی بے اعتباری آدمی کو قطعی اور صریح ضلالتوں کی طرف لے جاسکتی ہو؟

اس معاملہ میں یہ بحث پیدا کرنا اصولاً غلط ہے کہ جب دوسرے تمام معاملات میں ہم مقاصدِ شریعت کو حاصل کرنے کے لیے وہ ذرائع اختیار کرنے کے مجاز ہیں جو مباحات کے قبیل سے ہوں تو آخر تزکیہ نفس اور تقرب الی اللہ کے معاملہ میں ہم کیوں انہیں اختیار کرنے کے مجاز نہ ہوں؟ یہ استدلال اصولاً اس لیے غلط ہے کہ دین کے دو شعبے ایک دوسرے سے الگ نوعیت رکھتے ہیں۔ ایک شعبہ تعلق باللہ کا ہے، اور دوسرا شعبہ تعلق بالناس وغیرہ کا پہلے شعبے کا اصول یہ ہے کہ اس میں ہم کو اتنی عبادات اور انہی طریقوں پر اخصار کرنا چاہیے جو اللہ اور اس کے رسول نے بتا دیے ہیں، ان میں کوئی کمی کرنے، یا ان پر کسی نئی چیز کا اضافہ کرنے کا ہمیں حق نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ کی معرفت، اور اس کے ساتھ تعلق جوڑنے کے ذرائع کی معرفت کا ہمارے پاس کوئی دوسرا ذریعہ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کے سوا نہیں ہے۔ اس معاملہ میں جو کمی یا بیشی بھی کی جائے گی وہ بدعت ہوگی، اور ہر بدعت ضلالت ہے۔ یہاں یہ اصول نہیں چل سکتا کہ جو کچھ ممنوع نہیں ہے وہ مباح ہے۔ یہاں تو قیاس سے بھی اگر کوئی مسئلہ نکالا جائے گا تو لازماً اس کا کوئی مبنی کتاب و سنت میں موجود ہونا چاہیے۔ بخلاف

اس کے دوسرے شعبے میں مباحات کا باب کھلا ہوا ہے۔ جو حکم دے دیا گیا ہے اس میں حکم کی اطاعت کیجیے، جو کچھ منع کیا گیا ہے اس سے رک جائیے، اور جس معاملہ میں حکم نہیں دیا گیا ہے اس میں اگر کسی ملت جلتے معاملے پر کوئی حکم ملتا ہو تو اس پر نسیاس کر لیجیے، یا قیاس کا بھی موقع نہ ہو تو اسلام کے اصولِ عامہ کے تحت مباحات میں سے جس چیز اور جس طریقے کو نظامِ اسلامی کے مزاج سے مطابقت پائیے اسے قبول کر لیجیے۔ اس شعبے میں یہ آزادی نہیں اس لیے دی گئی ہے کہ دنیا اور انسان اور دیوبی معاملات کے متعلق مصلحت کو جاننے کے عقلی اور علمی ذرائع کم از کم اس حد تک ہیں ضرور حاصل ہیں کہ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کی رہنمائی سے مستفید ہونے کے بعد ہم خیر کو شر سے اور صحیح کو غلط سے تمیز کر سکتے ہیں۔ پس یہ آزادی صرف ایسی شعبے تک محدود رہنی چاہیے۔ اسے پہلے شعبے تک وسیع کر کے، اور جو کچھ ممنوع نہیں ہے اسے مباح سمجھ کر تعلق باللہ کے معاملہ میں نئے نئے طریقے نکالنا یا دوسروں سے اخذ کر کے اختیار کر لینا بنیادی طور پر غلط ہے۔ اسی غلطی میں مبتلا ہو کر نصاریٰ نے مہینیت ایجاد کرنی تھی جس کی قرآن میں مذمت کی گئی

اعلان

ہرگز جماعت اسلامی پاکستان سے مراسلت کرنے والے حضرات سے

ضروری التماس

جماعت اسلامی پاکستان کے مرکزی دفاتر اور دفتر رسالہ ترجمان القرآن سے خط و کتابت کرنے والے حضرات سے درخواست ہے کہ وہ مکمل تپہ اور پتے میں اچھروہ کا لفظ ضرور لکھا کریں۔ کیونکہ شہر لاہور کے دوسرے ڈاک خانوں سے الگ، اچھروہ ایک مستقل ڈاک خانہ ہے اور پتے میں اچھروہ کی تصریح اگر نہ ہو تو ڈاک کے مؤخر یا غلط تقسیم ہو جانے کا احتمال ہو جاتا ہے۔

قیم جماعت